105721 ـ مقلد پر كوئى گناہ نہيں

سوال

ميں ايك غير مسلم ملك ميں تعليم كے ليے آيا ہوں، ميرا سوال يہ ہے كہ: اگر علم و ورع ميں مشہور كسى عالم دين كى رائے پر عمل كروں خاص كر عبادات كے مسائل ميں ـ ميرے خيال كے مطابق اس كے پاس دليل ہے اور يہ مسئلہ اساسى طور پر ميرے جيسے شخص كے ليے نماز جمع اور قصر كرنے كے مسئلہ ميں ہے ـ تو كيا مجھ پر گناہ ہو گا، اور كيا ايسا كرنا صحيح ہے ؟

اور كيا يہ دينى وسعت ميں شامل ہوتا ہے، اس كے ساتھ اس روايت سے استدلال كرنا كہ رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم آسان ترين معاملہ اختيار كرتے تھے، جبكہ اس ميں كوئى گناہ نہ ہو، ميں بہت سارى مشكلات كا شكار ہوں جس نے تجربہ نہ كيا ہو وہ ان مشكلات كو نہيں جان سكتا، ليكن ـ اللہ اعلم ـ يہ رخصت صرف مشقت كى وجہ سے نہيں، بلكہ اللہ تعالى پسند كرتا ہے كہ اس كى رخصتوں پر عمل كيا جائے، برائے مہربانى آپ ميرے سوال كا جواب ديں، اللہ تعالى سے دعا ہے كہ وہ اسے آپ كى نيكيوں ميں شامل كرے.

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

اہل علم ميں سے علم و امانت ميں معروف كى تقليد كرنے پر ـ جبكہ وہ حديث كے مخالف نہ ہو ـ كوئى گناہ نہيں، جبكہ وہ اللہ تعالى كے درج ذيل فرمان پر عمل كر رہا ہو:

اگر تمہيں علم نہيں تو اہل علم سے دريافت كر ليا كرو النحل (43).

عامى يعنى ان پڑھ شخص كى بنسبت عالم شخص ايك دليل كى طرح ہے، اس كے ليے واجب ہے كہ وہ عالم دين كو تلاش كرے اور اس كے فتوى پر چلے.

شاطبى رحمہ اللہ كا كہنا ہے:

" مجتہدين كے فتاوى جات عام لوگوں كى بنسبت شرعى دلائل كى مانند ہيں، اس كى دليل يہ ہے كہ مقلدين كے ليے دلائل كا ہونا يا نہ ہونا برابر ہے، كيونكہ وہ اس سے مستفيد نہيں ہو سكتے، كيونكہ دلائل كو ديكھنا اور ان سے مسائل

کا استنباط کرنا ان پڑھ لوگوں کا کام نہیں، اور ان کے لیے بالکل یہ جائز نہیں اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

اگر تمہیں علم نہیں تو تم اہل علم سے دریافت کر لیا کرو .

اور مقلد شخص عالم نہیں، اس لیے اس کے لیے اہل علم سے دریافت کرنے کے علاوہ کچھ صحیح نہیں، اور مطلقا اہل علم ہی احکام دین میں مرجع ہیں، کیونکہ وہ شارع کے قائم مقام ہیں، اور ان کے اقوال شارع کے قائم مقام ہیں " انتہی

دیکھیں: الموافقات (4 / 292).

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے:

" فتوى لینے والے شخص کو اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اسے علم و عدالت سے متصف شخص سے دریافت کرنا واجب ہے.

ابن عابدین کمال بن ھمام سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص علم و اجتہاد اور عادل ہونے میں معروف ہو، یا جس کی طرف وہ یہ منصوب دیکھے، اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس سے فتوى لیتے ہوں تو اس سے فتوى دریافت کرنا حلال ہے، اور جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ مجتھد اور عادل نہیں تو ایسے شخص سے فتوى نہ لینے پر اتفاق ہے.

اور اگر مستفتی یعنی فتوى لینے والا شخص ایك سے زائد عالم دین پائے اور وہ سب عادل ہوں اور فتوى دینے کے اہل ہوں تو جمہور فقہاء کے ہاں فتوى لینے والے کو اختیار ہے وہ جس سے چاہے فتوى لے، اور جس سے چاہے سوال کر کے اس پر عمل کرے اور اس پر ضروری نہیں کہ وہ ان میں سے افضل کو تلاش کرتا پھرے تا کہ اس سے سوال دریافت کرے، بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ اگر چاہے تو ان میں سے افضل سے سوال کر لے، اور اگر چاہے تو افضل کے ہوتے ہوئے مفضول سے سوال کر لے، اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے:

فرمان باری تعالی ہے:

اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو .

کیونکہ پہلے لوگ صحابہ کرام سے دریافت کیا کرتے تھے حالانکہ ان میں افضل اور اکابر صحابہ بھی موجود تھے، اور ان سے سوال کرنا بھی ممکن تھا.

اگر فتوی لینے والا ایك سے زائد مفتیوں سے فتوی لے اور ان سب کے فتوی جات ایك جیسے ہی ہوں اگر وہ ان کے فتوی پر مطمئن ہو تو اسے اس پر عمل کرنا چاہیے، لیکن اگر مختلف ہوں تو فقہاء کے دو قول ہیں:

جمہور فقہاء جن میں احناف مالکیہ اور بعض حنابلہ اور ابن سریج اور سمعانی اور غزالی شافعی کہتے ہیں کہ عامی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ جو چاہے اختیار کرے اور جسے چاہے چھوڑ دے، بلکہ اسے ترجیح کے اعتبار سے عمل کرنا چاہیے.

اور شافعیہ اور بعض حنابلہ کے ہاں صحیح اور اظہر یہ ہے کہ مختلف فتوی دینے والوں کے مختلف اقوال میں عامی شخص کو اختیار جائز ہے، کیونکہ عامی کے لیے تقلید ہے، اور وہ جس مفتی کے فتوی پر عمل کریگا یہ حاصل ہو جائیگا " انتہی مختصرا

دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (32 / 47 - 49).

دوم:

سائل بھائی آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنا مسئلہ کسی ایسے عالم کے سامنے رکھیں جو امانت و عدالت اور ثقاہت میں مشہور ہو پھر آپ اس کا فتوی لے کر اس پر عمل کریں، رخصت اور آسان ترین فتوی تلاش کر کے اس پر عمل کرنا صرف ایك ہی صورت میں جائز ہے:

وہ یہ کہ مفتیوں کا کسی ایسے فرعی اور اجتہادی مسئلہ میں اختلاف ہو، جس کے متعلق کتاب و سنت میں کوئی نصوص نہ ہوں جو کسی ایك قول کو راجح قرار دیتی ہوں، بلکہ اس میں مرجع اور ترجیح صرف رائے اور اجتہاد ہو، تو اس صورت میں اگر مسلمان شخص کو اس کی ضرورت پیش آئے تو اس کے رخصت پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ شرعی قاعدہ اور اصول ہے کہ:

" مشقت آسانی کو لاتی ہے "

لقاءات الباب المفتوح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ کا قول ہے:

سوال:

کیا ایك سے زائد عالموں سے فتوی لینا جائز ہے ؟

اور کیا فتوی مختلف ہونے کی صورت میں مستفتی آسان ترین یا احوط ترین فتوی پر عمل کر سکتا ہے ؟

اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے.

جواب:

جب انسان کسی ثقہ اور متعبر عالم دین سے فتوی لے تو پھر اس کے لیے کسی اور عالم دین سے فتوی لینا جائز نہیں؛ کیونکہ ایسا کرنے سے دین کو کھیل بنانا اور رخصت تلاش کرنا ہے؛ وہ اس طرح کہ وہ فلان عالم دین سے دریافت کرتا ہے، اور اگر وہ فتوی اس کے مناسب نہیں تو کسی اور سے دریافت کرنا شروع کر دے، اور اگر اس کا جواب بھی اس کے مناسب نہ ہو تو کسی تیسرے سے دریافت کرنا شروع کر دے، اور پھر علماء کرام کا تو کہنا ہے کہ رخصتیں تلاش کرتے پھرنا فسق ہے.

لیکن بعض اوقات انسان کے پاس مثلا فلاں عالم دین کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا، تو بطور ضرورت وہ اس سے دریافت کر لے، لیکن اس کی نیت میں ہوتا ہے جب علم و عمل اور تقوی و دین میں اس سے ثقہ اور معتبر عالم دین سے ملونگا تو اس سے دریافت کرونگا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ پہلے عالم دین سے ضرورت کی بنا پر دریافت کر لے پھر اگر اس سے بہتر عالم دین پائے تو اس سے پوچھ لے.

اور اگر علماء کرام اسے مختلف فتوی دیں، یا پھر مثلا ان کی جو تقارير اور دروس سنتا ہے اس میں اختلاف ہو تو جسے وہ دین اور علم میں اقرب الی الحق دیکھے اس کی بات تسلیم کر لے.

بعض علماء کا کہنا ہے: احتیاط اور احوط کی پیروی کرے اور یہ شدید ہے.

اور ايك قول يہ بھی ہے: آسان ترین کی پیروی کرے.

اور یہی صحیح ہے؛ جب آپ کے پاس فتوے برابر ہوں تو ان میں آسان ترین کی پیروی کر لو؛ کیونکہ اللہ کا دین آسانی اور سہولت پر مبنی ہے، نہ کہ شدت اور سختی پر، اور پھر عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

" جب انہیں دو معاملوں میں اختیار دیا جاتا تو وہ ان دونوں میں سے آسان ترین کو اختیار کر لیتے جبکہ وہ گناہ نہ ہوتا " انتہی

دیکھیں: لقاءات الباب المفتوح لقاء نمبر (46) سوال نمبر (2).

اس بنا پر آپ کے لیے رخصت والے قول پر دو شرطوں کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے:

1 ۔ اس نے سلف اور خلف علماء کرام میں سے جمہور علماء کی مخالفت نہ کی ہو، بلا شك وشبہ وہ سب سے زیادہ

تقوی و ورع اور علم رکھنے والے تھے جن کی اتباع لوگوں کو اپنے مذہب میں کرنی چاہیے.

2 ـ دونوں قول کے مالك علماء کے دلائل مسئلہ میں برابر ہوں، تو اس وقت آپ کے لیے آسان ترین قول لینا جائز ہے.

واللہ تعالی اعلم.

اس سلسلہ میں ہماری ویب سائٹ پر موجود سوال نمبر (9516) اور (22652) اور (30842) کے جوابات کا مطالعہ کریں.

واللہ اعلم .